محترمہ رضیہ خان

ایک مجلس کی تین طلاقیں

میں عرصہ دراز سے امریکہ میں مقیم ہوں، میرے پاس وہاں کی شہریت بھی ہے، مگر میں ایک لمحہ کے لیے بھی پاکستانی خواتین سے جدا یا الگ ہونے کا تصور نہیں کر سکی۔ ہمیشہ میری یہ کوشش رہتی ہے کہ میں پاکستانی خواتین کے حالات اور مسائل سے واقف رہوں، اس لیے جہاں تک ممکن ہوتا ہے، پاکستان کے رسائل اور اخبارات حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہوں اور کسی بڑی رونما ہونے والی تبدیلی سے بھی پوری طرح باخبر رہنے کی کوشش کرتی ہوں۔ میں نے بار بار دیکھا ہے کہ اخبارات اور رسائل میں عورتوں کے حقوق کے حوالے سے مضامین چھپتے رہتے ہیں، مگر ان کو جو کوریج دی جاتی ہے ان کو بجا طور پہ تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱۔ عورتوں کی ماڈلنگ کے لیے کوریج: ماڈلنگ کا جو پہلو ہے وہ خواتین کے حقوق سے کسی قسم کا علاقہ نہیں رکھتا، بلکہ میں یہ کہوں گی کہ یہ خواتین کی مزید تذلیل ہے۔ زمانہ جاہلیت میں ان کو بیچنے کے انداز کچھ اور تھے اور آج اس نئی تہذیب کے نام پہ ان کو کچھ دوسرے انداز میں بیچا جاتا ہے۔ وہاں پہ بکنے کے لیے وہ مجبور تھی اور اب وہ خود بکنے آئی ہے۔

۲۔ عورتوں کے حقوق کے متعلق مضامین کا کوریج: اخبارات اور رسائل میں اس طرح کے مضامین چھپتے ہیں جن کو عورتوں کے حقوق کے متعلق کہا جا سکتا ہے، مگر اس میں سب سے بڑی خرابی یہ ہوتی ہے کہ حقوق کی بات کرنے والی بعض خواتین معاشرتی محرومیوں کی وجہ سے اپنے حقوق کی بات کرتی ہیں تو سارا الزام اسلام پر تھوپ دیتی ہیں۔ اور بعض دفعہ ایسے ایسے رکیک حملے اسلام پر کر جاتی ہیں کہ ایک مسلمان عورت

اس کا تصور تک اپنے ذہن میں نہیں لا سکتی۔ میں مانتی ہوں کہ ایسی خواتین پر شاید اسلام کے نام پر ہی ظلم کیا گیا ہو، مگر عقل اس کو باور نہیں کر سکتی کہ سسٹم اور سسٹم چلانے والے کو ایک ہی پلڑے میں تول لیا جائے۔ جو بھی سسٹم دنیا میں رائج ہے، چاہے وہ کتنا ہی عمدہ کیوں نہ ہو اور چاہے وہ عورتوں کے اپنے حقوق کا سسٹم کیوں نہ ہو، اگر چلانے والیاں مخلص نہ ہوں گی تو یہ سسٹم اپنے مطلوبہ ثمرات نہیں دے سکے گا۔ اس لیے یہاں پر میں یہ کہوں گی کہ یہ بھی خواتین کے حقوق حاصل کرنے کے لیے کوئی صحیح اپروچ (APROACH) نہیں ہے۔

۳۔ اب میں تیسرے حصے پر آتی ہوں جس میں وقتاً فوقتاً مگر بہت ہی قلیل تعداد میں عورتوں کے حقوق پر صحیح بات سامنے آتی ہے، جس پر سنجیدگی سے غور کیا جا سکتا ہے اور کرنا بھی چاہیے۔ ان سنجیدہ مسائل پر غور نہ ہوا تو پھر اپنی تہذیب کی خواتین کو شاید ہم فرسٹریشن سے نہیں بچا سکیں گے۔ اس لیے میں چاہتی ہوں کہ ان مسائل پر مثبت انداز میں غور کیا جائے اور آج میرا موضوع بھی یہی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم خصوصاً پاکستانیوں کی اکثریت فقہ حنفی کی پیروکار ہے اور سارے مسائل کو اسی فقہ سے حل کیا جاتا ہے۔ میں کوئی عالمہ نہیں ہوں، مگر اسلامی تعلیمات سے اتنی نابلد بھی نہیں۔ اس کے باوجود جو خیال میں پیش کرنا چاہتی ہوں، وہ علماء کی خدمت میں اس غرض کے ساتھ رکھنا چاہتی ہوں کہ وہ اس پر غور کریں اور وقت کی چال کو پہچانیں۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے، ایسی کئی مثالیں دی جا سکتی ہیں جن میں ہمارے ائمہ نے وقت کی ضرورت کے پیشِ نظر دوسرے ائمہ کی فقہ سے رجوع کیا اور ان کے مسلک پر فتوے دیتے ہیں۔ اس کی ایک مثال مفقود الخبر کے بارے میں دی جا سکتی ہے، مگر طوالت کے ڈر سے ہم اسے چھوڑ دیتے ہیں۔ اس وقت ہمارے پیشِ نظر جو مسئلہ ہے، وہ ہے ایک مجلس کی تین طلاقیں۔

قرآن و سنت میں مرد و زن کے تعلقات کو قطع کرنے کا جو طریقہ ہے اُسے طلاق کہا جاتا ہے، اور اس کے لیے قرآن اور سنت نے ایک باقاعدہ سسٹم دیا ہے۔ اس سسٹم کا ہم دوسرے سسٹم سے موازنہ کر سکتے ہیں۔ مثلاً نماز کو لیجیے، اس کے لیے پاکی طہارت اور اس کے بعد نماز کا ایک خاص طریقہ مقرر ہے۔ یہی حال روزہ اور مناسکِ حج وغیرہ کا ہے، اگر ان

مندرجہ بالا تین عبادتوں میں ہم کسی ایک رکن کو چھوڑ دیتے ہیں، تو پھر ان مخصوص عبادات کی اسلام میں کوئی حیثیت نہیں رہتی ـــ تب آخر دین کے وہ کونسے معاملات ہیں جو اپنا ایک نظام اور سسٹم نہیں رکھتے جنہیں ترک کرنے یا نیچے اوپر کرنے سے ان کی بھی کوئی حیثیت باقی رہ جاتی ہے؟ اس طرح کی بے ہنگم اطاعت کو فرمانبرداری کا کونسا نام دیا جائے گا؟ بس اسی طرح طلاق کا معاملہ بھی ہے، جس کا پورا ایک سسٹم قرآن وسنت سے ثابت ہے اور اس سسٹم کے اندر اتنی معنویت اور اتنے فوائد ہیں کہ اگر پورے سسٹم کو ایک ساتھ نہ لیا جائے تو وہ سارے فوائد اور شریعت کا منشا تک فوت ہو جاتا ہے ـــ مثلاً:

۱۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ عورت اور مرد کی ازدواجی زندگی میں مودت ورحمت ہو، آپس میں انتہائی محبت بھرے تعلقات ہوں ـــ ایک دوسرے کا احترام کیا جاتا ہو اور ایک مثالی گھر خود ان کی نسل کے لیے اور دوسروں کے لیے بھی ایک بہترین نمونہ ہو۔

۲۔ اسلام کے پیش نظر تبلیغ دین کی بھی بہت بڑی اہمیت ہے، اور یہ منشاء صرف عبادات سے کبھی پورا نہیں ہو سکتا۔ یہ وہ سسٹم ہے جس نے اسلام کے شروع میں غیر مسلموں کو اسلام کی طرف راغب کیا۔ اس لیے اگر اسلام کا کوئی سسٹم اپنے پورے خدوخال کے ساتھ نافذ نہیں ہوتا تو وہ خوبی کی بجائے نقص پیدا کرتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مرد وزن کے ازدواجی تعلقات پر اسلام نے بے پناہ زور دیا ہے، مگر ناگزیر حالات میں اگر مرد وزن اپنے تعلقات برقرار نہ رکھ سکتے ہوں تو اس میں ایک ایسی لچک بھی رکھ دی گئی ہے جس سے ہمیشہ کے کرب میں زندگی گزارنے سے جو نقصانات ہو سکتے تھے، ان کے تدارک کے لیے ان دونوں کو جدا کرنے کا ایک احسن طریقہ بنا دیا۔ اسی طریقہ کا نام طلاق ہے یا خلع ہے۔ خلع نافذ کرنے کے لیے ایک سسٹم بھی اسلام نے خود ہی بتایا ہے۔

۱۔ مرد کو مخاطب کرتے ہوئے اسلام نے یہ کہا کہ اگر تمہیں اپنی عورت میں سرکشی نظر آئے تو سب سے پہلے تم اسے ہر طرح سے سمجھاؤ (کیوں کہ سمجھانے سے ممکن ہے معاملہ سدھر جائے)

۲۔ اگر پوری طرح سمجھانے کے باوجود مطلوبہ نتیجہ برآمد نہ ہو تو تنبیہاً تم اس سے اپنا بستر اپنے

ہی مکان میں جدا کر سکے ہو۔

۳۔ سرکشی اس حد تک بڑھ جائے کہ پہلی دو تدبیروں سے کام نہ چل سکے تو ہلکی سی سزا بھی دی جا سکتی ہے جس کا اثر ظاہر نہ ہو۔ اگر یہ تین تدبیریں بھی کارگر نہ ہوں تو مرد و زن (دونوں) کے خاندان سے کسی کو ثالثی کے فرائض دیئے جا سکتے ہیں جو ان دونوں کے باہم اختلافات کو دور کرنے کی کوشش کریں مگر ان سارے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے ثالث یہ محسوس کریں کہ ان دونوں کا جدا ہو جانا ہی بہتر ہے، تو مرد اپنی بیوی کو مباشرت کے بغیر طہر کی حالت میں ایک طلاق دے دے گا۔ اور وہ بیوی کو اپنے گھر سے نہیں نکالے گا اور وہ اس بات کا انتظار کرے گا کہ اب شاید دونوں ایک دوسرے سے رجوع کر لیں۔ مگر اتنے آگے بڑھنے کے باوجود بھی رجوع کی صورت پیدا نہ ہو تو مرد آئندہ طہر میں عورت کو دوسری طلاق دے دے گا[1] پھر اس کو تیسری طلاق ہرگز نہ دے۔ اور اگر اس بات کا ارادہ کر ہی لیا ہے کہ اب وہ عورت کو اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا تو احسان کر کے جانے دے اور اس طرح دو طلاق بائنہ اس کی بیوی اس سے جدا ہو کر چلی جائے۔ اس صورت میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ بیوی تو اس سے جدا ہو جائے گی، اور اگر چاہے گی تو تین قمری مہینوں کے بعد جہاں چاہے گی نکاح بھی کر سکے گی —— لیکن اگر وہ نکاح نہ کرے اور ایک عرصہ دراز کے بعد بھی مرد اور عورت کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے تو یہ دونوں نکاح کر کے دوبارہ ازدواجی زندگی شروع کر سکیں گے۔ یہ تھا وہ سسٹم، جو اسلام نے ہمیں دیا مگر جو کچھ ہوا، وہ مندرجہ ذیل ہے:

ہمارے ہاں شادی کا سسٹم تو یہ ہے کہ بڑے اہتمام سے پکے ذہنی کا رشتہ طے کیا جاتا ہے جس کے لیے تقریبات بھی ہوتی ہیں، پھر نکاح کے وقت کم سے کم دو گواہ اور ایک وکیل یا پھر بڑے بڑے اجتماعات میں دونوں سے ایجاب و قبول کروایا جاتا ہے۔ بڑی بڑی تقریبات منعقد کر کے اس نئے جوڑے کی شادی کا اعلان کیا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ ان دونوں کو جوڑنے

---

[1] دوسری طلاق کی بھی ضرورت نہیں۔ عدت پوری ہو جانے پر پہلی طلاق مؤثر اور بائنہ ہو جائے گی۔

اور ان دونوں کو معاشرے میں ایک مقام دینے کے لیے ان کے باہم رہنے کو لعن طعن سے بچانے کے لیے کیا جاتا ہے۔ مگر اب اس کا دوسرا رخ بھی دیکھ لیں کہ جب مرد کو غصہ آتا ہے تو وہ اپنے گھر میں کبھی تو ایک ساتھ تین طلاقیں دے ڈالتا ہے اور پھر یہ فیصلہ دیا جاتا ہے کہ اب یہ عورت ہمیشہ کے لیے اس شخص سے جدا ہو گئی۔ اور کبھی اس میں اس بے دردی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے کہ ایک کاغذ کے پرزے پر اپنی قلم کی جنبش سے تین طلاقیں لکھ دی جاتی ہیں اور وہ نافذ بھی ہو جاتی ہیں ——— چاہے مرد نے یہ کام کسی معاشرتی دباؤ کے تحت کیا ہو، یا ذہنی دباؤ کے تحت کیا ہو، یا اپنے کسی بڑے کے دباؤ کے تحت ——— بہرحال یہ سب ہی نافذ العمل سمجھے جاتے ہیں۔

گویا مرد کے ساتھ عورت کی مختصر یا طویل رفاقت چوبیس گھنٹے یا تو مرد کے ہونٹوں کی جنبش پر ہوتی ہے، یا قلم کی نوک پر کہ جب چاہے اسے ختم کر دے۔ لیکن آخر عورت بھی جب کسی مرد کی شریکِ حیات بنتی ہے اور مرد کارزارِ حیات میں اپنا کوئی مقام بناتا ہے، یا اس کے بچوں کی جو تربیت ہوتی ہے، اس میں عورت کا بھی ایک بڑا حصہ ہوتا ہے۔ اس کے باوجود عورت اپنے شوہر کی پوری جائداد، اپنے معاشرتی مقام اور اپنی رفاقت کے دوران طلاق کی صورت میں سب کچھ یک لخت کھو بیٹھتی ہے، اور اتنے بڑے نقصان پر سوچ بچار تک کا موقع نہیں ملتا۔ گویا کہ وہ زندگی کی مسرتوں سے اس طرح محروم کر دی جاتی ہے، جس طرح کسی انسان کو گولی مار کر طبعی زندگی سے اچانک محروم کر دیا جائے۔ شاید آپ اس کا جواب دیں کہ مرد نے ایسا کیوں کیا؟ یا ایسا قدم کیوں اٹھایا؟ یا مرد کو اس کی سزا ضرور ملنی چاہیے ——— میں بھی یہی کہتی ہوں کہ اسے سزا ضرور ملنی چاہیے، مگر یہاں سزا اسے ملتی ہی نہیں، سزا ساری کی ساری عورت کو ملتی ہے۔ اس لیے شریعت نے طلاق کا پورا ایک سسٹم دیا ہے اور اسی سسٹم کے ذریعے ہی عورت کے حقوق کی حفاظت کی جا سکتی ہے۔ میرا مقصد یہ ہے کہ یک لخت دی گئی تین طلاقوں کو بہرصورت ایک ہی قرار دیا جائے اور جن فوائد سے عورت کو دانستہ محروم کیا جا رہا ہے ——— اسے ہر وقت خوف زدہ کیا جا رہا ہے ——— اس پر سوچنے کا موقع بھی باقی رہے۔

اس میں دو طرح کے فوائد ہیں - جذبات سے مغلوبیت کی صورت میں خاندانی تباہی کو بچایا جا سکتا ہے اور دوسری صورت میں مرد کی دانستہ زیادتی کا بھی تدارک بھی ہو سکتا ہے - اگر اس سسٹم پر پوری طرح من وعن عمل نہیں کیا جاتا، تو پھر شریعت کے یہ سارے مقاصد فوت ہو جاتے ہیں -

طلاق کے اس مسئلے پر یہ موقف تنہا میرا ہی نہیں ہے بلکہ کتاب وسنت کے دلائل اسی موقف کی تائید کرتے ہیں، مگر بعض دفعہ یہ دلائل دیے جاتے ہیں کہ یہ فیصلہ امیرالمؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیا تھا کہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین ہی قرار دے دیا جائے - اس وقت خلیفہ عادل کے سامنے جو حالات تھے، ان میں ٹھیک اسی طرح ہی ہونا چاہیے تھا - ایک طرف جہاں انھوں نے تین طلاقوں کو نافذ قرار دیا تھا، وہاں انھوں نے حلالے کی صورت کو بھی ممنوع قرار دیا تھا اور یہاں تک کہہ دیا تھا کہ :

" اگر کوئی شخص حلالہ کرے گا تو میں اسے سنگسار کر دوں گا "

وہاں پر یہ لوگ صرف مسلمانوں کے سربراہ ہی نہیں تھے، بلکہ اُمت کی ایک بیٹی کے باپ بھی تھے —— وہاں یہ سب کچھ درست اور ٹھیک تھا، آج ان کی خاک پا کے برابر بھی کوئی نہیں - پورے معاشرے میں اس وقت عورتیں بھیڑ بکریوں کی سی زندگی گزار رہی ہیں اور ان کے حقوق اسی طرح پامال ہوتے ہیں، جیسے کوئی جنگی قیدی ہوں - اس کی ایک بہت بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ کہیں کوئی صحیح اسلامی ملک موجود نہیں ہے، ورنہ اس مملکت کی عدالتیں عورتوں کو وہ حقوق دیتیں - آپ انصاف سے بتائیے، ایسے حالات میں ایک مجلس کی تین طلاقوں کو نافذ العمل سمجھنا جلتی پر تیل کی طرح نہیں ہے ؟

جو خیال میں نے پیش کیا ہے اس کو چیلنج کی شکل نہ دی جائے، بلکہ اس پر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے - اگر علمی اعتبار سے ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک طلاق کی تجویز پر کوئی صاحب اعتراض کریں اور وہ اسے علمی وزن پر پورا اُترتا محسوس نہ کرتے ہوں، تو میں اس کے لیے بھی تیار ہوں کہ ان شاء اللہ عقلی ونقلی دلائل کے ڈھیر لگا دیے جائیں —— اور قرآن وسنت سے بھی اسے ثابت کیا جا سکتا ہے -

(بشکریہ روحانی ڈائجسٹ، جولائی ۹۴ء، بحوالہ الاعتصام ۵ ر ذوالقعدہ ۱۴۱۵ھ)